خدمت میں جو میمورنڈم پیش کیا ہے اس میں کونسی بات ایسی تھی جو سیکولرزم اور جمہوریت کے خلاف تھی؟ لیکن چونکہ یہ میمورنڈم مسلمانوں کی طرف سے تھا اگرچہ اس کا مقصد ملک میں سیکولرزم کی حفاظت تھا۔ اس بنا پر ہندو پریس کے تن بدن میں شعلے بھڑک اُٹھے اور اس میمورنڈم کی مذمت میں سب ایک زبان ہو کر چیخ اُٹھے، میمورنڈم کے خلاف ہندو پریس کا یہ شدید ردعمل اس بات کی دلیل ہے کہ ہندو فاشزم کی جڑیں کس درجہ گہری اور مضبوط ہوتی جارہی ہیں اور اس کی وجہ سے ملک کی سالمیت اور قومی اتحاد و یکجہتی کو کیسے عظیم خطرات درپیش ہیں! اب سوال یہ ہے کہ اکنوں چہ باید کرد، میمورنڈم میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ ہندو فرقہ پرست جماعتوں کو ممنوع قرار دیا جائے۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ مطالبہ مسئلہ کا صحیح حل ہے اور نہ مرض کا کامیاب علاج، کیونکہ تجربہ شاہد ہے کہ جس پارٹی کو ممنوع قرار دیا جاتا ہے اس کی انڈر گراونڈ سرگرمیاں تیز سے تیز تر ہو جاتی ہیں، اور وہ روپ بدل بدل کر اس طرح سامنے آتی ہیں کہ قانون کی آنکھ جُل کھا جاتی ہے، پھر اس مرض کا علاج مسلم کنونشن یا اقلیتوں کا متحدہ کنونشن بھی ہرگز نہیں ہے، بلکہ اصل علاج جیسا کہ ہم نے پہلے بھی لکھا ہے، ایک غیر فرقہ وارانہ سیکولر اور جمہوری آرگنائزیشن کا قیام ہے جس میں کمیونسٹ اور غیر کمیونسٹ دونوں شریک ہوں، اور یہ سوشل اور پالٹیکل دونوں قسم کے کام مل جل کر کریں۔

گزشتہ ماہ دسمبر میں (از ۱۲ - تا ۱۷) دوسری بین الاقوامی قرآن کانفرنس انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز، ہمدرد نگر نئی دہلی کے زیر اہتمام و انتظام بڑی شان و شوکت اور طمطراق سے ہمدرد نگر میں منعقد ہوئی۔ تیس ملکوں کے کم و بیش ایک سو بیس نمائندوں نے شرکت کی جن میں مسلم اور غیر مسلم ارباب علم و قلم شامل تھے، روزانہ تین اور کسی دن دو نشستیں مقالات کی ہوتی رہیں، اس قسم کی کانفرنسوں میں سب مقالات یکساں معیار کے نہیں ہوتے اور نہ ایک ہی مکتب خیال کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اس کانفرنس میں بھی یہی ہوا۔ مجموعی طور پر مقالات تین مکاتب فکر کی نمائندگی کرتے تھے، ایک مذہبی قدامت و تصلب فی الدین (Fundamentalism) دوسرا تجدد پسند (Modernism) اور تیسرا حریت پسند (Liberalism)

اعلیٰ اخلاقی قسم کے مقالات پر نہ کسی نے اعتراض کیا اور نہ ان پہ کوئی تنقید کی صرف چند البتہ اول درجہ کے مقالات زیر بحث آگئے۔ لیکن یہ بحث تشنہ اور سرسری تھی اور ایک کانفرنس میں اس سے زیادہ ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ کانفرنس کا پورا فائدہ اسی وقت ہوتا ہے کہ تمام مقالات پرنٹ کر کے پہلے سے مندوبین میں تقسیم کر دیئے جاتے اور موضوع کے اعتبار سے مندوبین کو تین چار گروپ میں تقسیم کر کے ان کو آپس میں بحث و گفتگو کا موقع فراہم کیا جاتا لیکن نہ یہ ہوا اور نہ وہ اور بات زیر لب ہو کر رہ گئی۔ تاہم ہم کو اس کا اعتراف کرنا چاہئے کہ جہاں مسلمان مندوبین نے تجدد پسندی کا مظاہرہ کیا مستشرقین اور دوسرے عیسائی مندوبین کا لب و لہجہ نسبتاً محتاط اور متوازن رہا۔

مسلمانوں میں ایک طبقہ کا خیال ہے کہ جو لوگ قرآن مجید کو کلام الٰہی ہی نہیں مانتے اور اس پر اعتقاد نہیں رکھتے ان کے ساتھ قرآن مجید پر مکالمہ اور مذاکرہ سے کیا حاصل؟ لیکن ہمارے نزدیک یہ خیال صحیح نہیں ہے، کیونکہ اگر یہ صحیح ہے تو پھر قرآن کے حکم، ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ۔ نیز قل یا اهل الکتٰب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم ...... الآیۃ کا کیا مطلب ہوگا۔ پھر اگر اسلام اور قرآن خالص ہے جس میں کسی قسم کا کوئی کھوٹ نہیں ہے تو پھر مسلمان دوسرے لوگوں کے ساتھ جو ہم عقیدہ نہیں ہیں، اسلام یا قرآن پر مذاکرہ کرنے میں کیوں دریغ کریں۔ علاوہ ازیں اس قسم کے مشترکہ اجلاسوں کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ خدا پرستوں میں باہمی مکالمہ و مذاکرہ کے ذریعہ قرب اور تعلق پیدا ہوتا ہے اور خدا ناشناسی کے اس دور میں یہ بجائے خود بہت اہم اور مرغوب بات ہے۔

اطلاعاً عرض ہے کہ دار العلوم دیوبند میں شیخ الہند اکاڈمی کی جو خدمت میرے سپرد کی گئی تھی گذشتہ ماہ دسمبر کی ۱۵ تاریخ کو میں نے اس کا باقاعدہ چارج لے لیا ہے، اس لیے اب آئندہ میرا پتہ یہ ہوگا، سعید احمد اکبر آبادی، ڈائرکٹر شیخ الہند اکاڈمی، دار العلوم دیوبند ضلع سہارنپور۔